اخلاص کو 'ثلث قرآن' کہا گیا ہے۔ ایک جگہ لکھا گیا ہے کہ مشرکین فرشتوں کو کبھی خدا کی بیٹی اور کبھی بیٹا قرار دیتے تھے (ص۲۷) جب کہ مشرکین کے، فرشتوں کو خدا کا بیٹا قرار دینے کی بات محتاج ثبوت ہے۔ قیامت کے مراحل بیان کرتے ہوئے پہلا مرحلہ نفخِ صور قرار دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں لکھا گیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو بار صور پھونکا جائے گا'' (ص۱۲۵) جب کہ قرآنی بیانات سے تین بار صور پھونکے جانے کا اشارہ ملتا ہے۔ (تفسیر القرآن العظیم، علامہ ابن کثیر، تفسیر سورہ النمل، آیت ۸۷، تفہیم القرآن، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، سورۂ حاقہ، حاشیہ ۱۰)۔ رمی جمرات کے تعلق سے لکھا گیا ہے کہ ''حاجی حضرات دو الگ مقررہ دنوں میں یہاں آکر ان ستونوں پر کنکری مارتے ہیں (ص ۱۸۸) جب کہ رمی جمار کا عمل حجاج تین دن انجام دیتے ہیں۔

ان معمولی فروگزاشتوں کے باوجود یہ کتاب اپنے موضوع پر بہت مفید اور لائق قدر ہے۔ امید ہے، طلبہ اور نوجوانوں کے درمیان اسے مقبولیت حاصل ہوگی اور عام مسلمان بھی اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ (محمد رضی الاسلام ندوی)

قرآنِ کریم کی سائنسی تفسیر: ایک تنقیدی مطالعہ　　مولانا اُسید الحق محمد عاصم قادری

ناشر: تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں، ۲۰۰۸ء، صفحات: ۶۴، قیمت: درج نہیں۔

قرآن کریم کی سائنسی تفسیر کا رجحان عربی میں غالباً شیخ محمد عبدہؒ اور اردو میں سرسید احمدؒ سے شروع ہوتا ہے۔ اس رجحان کا پیدا ہونا بعید از عقل بھی نہیں ہے، کیونکہ قرآن ایک ہمہ گیر اور عالم گیر کتاب ہے۔ اس کو جس علمی سطح کا شخص بھی پڑھے گا اس سے مطمئن ہوگا اور اسی سطح سے اس کتاب میں معنیٰ آفرینی کرے گا۔ لیکن اس راہ میں افراط وتفریط کے قوی امکانات ہیں، جس کا شکار تقریباً سبھی سائنسی مفسرین نظر آتے ہیں۔ مرعوبیت، غلط تفہیم اور غیر درست تطبیق کے ساتھ عمدہ، چشم کشا اور حیرت انگیز نمونے بھی ملتے ہیں۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں مفسرینِ قرآن کو دو طبقات میں تقسیم کیا گیا ہے: اوّل قدامت پسند، دوم جدّت پسند۔ پھر جدّت پسندوں کے چار طبقات کیے گئے ہیں:

(۱)مرعوب (۲) قرآن میں خاصا درک رکھنے والے، مگر عصری علوم میں زیادہ گہری نظر نہیں (۳) عصری علوم میں زیادہ گہری نظر رکھنے والے (۴) جن کو نہ علوم قرآن میں کوئی خاص درک ہے نہ عصری علوم سے کوئی واسطہ۔ مؤلف نے اپنے تمہیدی کلمات میں اس تقسیم کے بعد ایک عنوان 'سائنسی تفسیر کا مفہوم' قائم کیا ہے۔ اس کے تحت انھوں نے اپنے ازھری استاذ ڈاکٹر جمال مصطفیٰ النجّار کے الفاظ میں سائنسی تفسیر کا مفہوم اس طرح بیان کیا ہے:

''قرآن کی وہ آیات جو انفس وآفاق کے بارے میں وارد ہیں ان کا بیان اور جدید سائنسی ایجادات اور تحقیقات کے ذریعہ ان کی شرح''۔ اس کے بعد سائنسی تفسیر کے حق میں امام غزالیؒ، امام فخر الدین رازیؒ اور امام جلال الدین سیوطیؒ کی وہ دلیلیں ذکر کی ہیں جو سائنسی مفسرین اکثر پیش کرتے ہیں۔

ایک عنوان 'متاخرین و معاصرین کی آرا' کے تحت سائنسی تفسیر کے موجودہ حامیوں کو دو طبقات میں تقسیم کیا گیا ہے: ایک متشدّد دین، دوسرے اعتدال پسند۔ متشدّد دین اس طریقۂ تفسیر کو فرضِ عین قرار دیتے ہیں اور اس سلسلے میں کوئی شرط قبول نہیں کرتے اور مخالفین کو قدامت پرست، کوتاہ نظر، جاہل اور احمق کہتے ہیں۔ اعتدال پسند اس طریقِ تفسیر کے حامی ضرور ہیں، مگر وہ کچھ شرائط اور حدود مقرر کرتے ہیں۔ مصنف نے غالی اور متشدّد طبقے میں سے علّامہ شیخ طنطاوی جوہری، علامہ عبدالرحمٰن کواکبی، علّامہ طاہر بن عاشور، ڈاکٹر حنفی احمد اور ڈاکٹر جمعہ علی عبدالقادر اور اعتدال پسندوں میں سے صرف شیخ متولی شعراوی کے دلائل ذکر کیے ہیں۔

مخالفین میں امام ابو اسحاق شاطبیؒ، شیخ محمود شلتوتؒ، علامہ عبدالعظیم الزرقانیؒ، عباس محمود العقاد اور علّامہ محمد حسین الذھبیؒ کے دلائل کا تعارف کرانے کے بعد موافقین اور مخالفین کی آرا کا تنقیدی جائزہ پانچ نکات میں پیش کیا گیا ہے۔ ان نکات کا لبّ لباب یہ ہے کہ سائنسی تفسیر مشروط طور پر جائز ہے، مگر اس کے لیے دونوں قسم کے علوم میں مہارت ضروری ہے، تاکہ افراط وتفریط سے بچا جاسکے اور مفسر مرعوبیت کا شکار نہ ہو۔ اگر قرآن

اور سائنس میں تعارض ہو تو مصنف کا عقیدہ ابن رشد کی طرح یہ ہے کہ یا تو سائنس میں کہیں غلطی ہے یا قرآن کی تفہیم میں کچھ کم زوری ہے۔ انھوں نے سائنسی تفاسیر میں تین بڑی بے اعتدالیوں کی نشان دہی کی ہے۔ (۱) سائنس کے ہر نظریے کو قرآن کے مطابق ثابت کر دکھانے کی جدّ و جہد (۲) قرآن اور سائنس کے درمیان تطبیق کی خاطر قرآن کے سیاق وسباق، شانِ نزول حتٰی کہ عربی قواعد سے بھی صرف نظر۔ (۳) یہ تاثر دینا کہ نزولِ قرآن کے زمانے سے آج تک فلاں آیت کا صحیح مطلب نہیں سمجھا گیا اور اب سائنس نے اس کی وضاحت کی ہے۔ ان کے نزدیک سائنسی تفسیر کا رواج چار وجوہ سے ہو رہا ہے: (۱) جدید ذہن کو اس طریقِ تفسیر سے متاثر کرنے میں مدد ملتی ہے۔ (۲) یہ اعتقاد کہ قرآن میں اوّل و آخر تمام علوم جمع کر دیے گئے ہیں (۳) سائنس سے مرعوبیت اور اس کو حق و ناحق کا معیار سمجھ لینا (۴) مسلمانوں کا اپنے زوال اور مغرب کی ترقی کی وجہ سے احساس کم تری میں مبتلا ہو جانا۔

مؤلف نے سائنسی تفسیر کے جواز کے لیے چھ شرائط بیان کی ہیں: (۱) بغیر واضح اور قطعی قرینہ کے نصّ کو حقیقی معنٰی سے مجاز کی طرف پھیرنا جائز نہیں۔ (۲) موضوع سے متعلق تمام آیاتِ قرآنی کو جمع کر کے ایک معنٰی متعین کرنا ضروری ہے۔ (۳) جب تک کوئی سائنسی تحقیق 'سائنسی حقیقت' کے درجے کو نہ پہنچ جائے، سائنسی تفسیر جائز نہیں (۴) نزولِ قرآن کے زمانے میں الفاظِ قرآن کے جو مدلولات تھے ان سے تجاوز کر کے وہ معنٰی اختیار نہ کیے جائیں جن میں آج وہ الفاظ مستعمل ہیں۔ مثلاً لفظ 'ساعۃ' کو آج کے معنٰی کے مطابق گھڑی کے مفہوم میں نہ لیا جائے۔ (۵) صرفی قواعد اور اصولِ بلاغت سے خروج نہ کیا جائے۔ (۶) تطبیق کے وقت آیت کے سیاق وسباق اور شانِ نزول کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ ان شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے سائنس اور قرآن کے درمیان تطبیق کو قبول کیا جا سکتا ہے۔ لیکن فاضل مصنف لکھتے ہیں کہ عموماً سائنسی تقسیم کرنے والے ان شرائط کا لحاظ نہیں رکھ پاتے، اسی لئے مضحکہ خیز تفاسیر سامنے آ رہی ہیں۔ چنانچہ قرآنی آیت وَيُقْذَفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ (سبا:۵۳) سے ٹیلی گراف، ٹیلی فون، ٹی